مولانا عبدالکریم پاریکھ فرشتہ صفت انسان تھے

۱۱رستمبر ۲۰۰۷ءکوایک ستارہ اورٹوٹا یعنی مشہور داعی ومبلغ اور ملک وملت کے مایۂ ناز فرزند وجاں نثار مولانا عبدالکریم پاریکھ اس دنیا سے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ ان چنیدہ شخصیات میں سے ایک تھے جن کواللہ رب العزت نے غیر معمولی ذکاوت وفطانت، اصابت فکراور اعتدال وتوازن کا وافر حصہ عطا کیا تھا، انہوں نے اپنی محنت اورکوششوں سے مسلمانوں کی بہر نوع خدمات انجام دیں، وہ ہندو مسلم اتحاد کے بھی نقیب تھے، گنگ وجمن تہذیب کی مشترک قدروں پر انہوں نے کبھی آنچ نہیں آنے دی، بلکہ اس کے احیاء میں ان کا نمایاں کردار رہا، دراصل یہ کوئی نیا فلسفہ نہیں تھا بلکہ یہ ہمیں اپنے بزرگوں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزادوغیرہ سے وراثت میں ملا تھا، مولانا پاریکھ مرحوم نے اس فلسفہ پر عمل کیا اور وہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے عملاً کوشاں رہے، بلا شبہ ان کا انتقال یہاں کے مسلمانوں کیلئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ ان کانعم البدل عطا کرے، آمین۔

مولانا عبدالکریم پاریکھ ۱۵راپریل ۱۹۲۸ءکومہاراشٹر کے آکولہ شہر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیمی مراحل طے کرکے وہ کسی کولڈڈرینک ہوٹل میں ملازمت سے وابستہ ہوگئے، مگر چوں کہ محنت وجستجو اور جذبۂ عمل سے ان کا خمیر تیار ہوا تھا، اس لئے انہوں نے بذاتِ خود لکڑیوں کی خرید وفروخت کی تجارت شروع کردی، اس میدان میں وہ لگے رہے اور بہت جلد انہوں نے ترقی کی شاہراہ کو پالیا اور ایک کامیاب واصول پسند تاجر کی شکل

میں سامنے آئے، مگر انہوں نے اپنے تہذیبی اور ملی شناخت نامے اور کردار کو محفوظ رکھا، یقیناً یہ ان لوگوں کے لئے بھی نمونہ عمل ہے جو تھوڑی سی دنیوی ترقی اور شہرت پا کر اپنے دین و مذہب سے رشتہ کو کمزور کر لیتے ہیں۔

مولانا پاریکھ صاحب گو ایک بڑے تاجر کے روپ میں سامنے آئے مگر یہ حقیقت ہے کہ ان کا حقیقی مشن اور میدان دعوت و تبلیغ اور تفہیم قرآن تھا، وہ روایتی طور پر عالم دین نہیں تھے نہ انہوں نے کسی مدرسہ میں عربی وغیرہ کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی تھی، ہاں البتہ انہوں نے مولانا عبدالسلام قدوائی کی ابتدائی عربی تصانیف اور ان کے الفاظ و معانی کو حفظ کر لیا تھا، قرآن حکیم کو انہوں نے اپنا مشغلہ بنالیا تھا، قرآن کی آیتوں سے وہ برمحل استدلال کرتے تھے، ان کی تقریر قرآن کے بیان کردہ ضابطوں اور تشریحات کے مطابق ہوتی تھی، اس لئے وہ قرآن کے تقریباً حافظ ہو گئے تھے، برادرانِ وطن میں اسلام کی تبلیغ کیلئے وہ بے چین رہتے تھے، ایک عام آدمی سے لے کر نائب صدر جمہوریہ سرکردہ عہدیداران اور مذہبی قائدین کو انہوں نے اسلام کی دعوت پیش کی، چناں چہ سابق نائب صدر کرشن کانت ان سے از حد متاثر تھے، ۱۹۷۳ء میں شہر ناگپور کے اندر انہوں نے ایک اعلیٰ سطحی کانفرنس بھی بلائی جس میں مشاہیر ملت کے علاوہ ہندوؤں کے سرکردہ افراد موجود تھے، مولانا پاریکھ نے قرآن کریم کی آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے ایسی موثر تقریر فرمائی کہ گاؤکشی کے مخالفین مبہوت ہو کر رہ گئے، یہ ان کی خوش نصیبی رہی کہ انہیں بتوفیق الٰہی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جیسا محسن و مربی اور روحانی مرشد مل گیا جن کی سرپرستی اور رفاقت سے مولانا پاریکھ کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوا اور وہ تیز گامی سے ملی کاموں کو سرانجام دیتے رہے۔ مولانا پاریکھ نے دعوت کو اس کے وسیع تناظر میں سمجھا اور اسی طرز پر انہوں نے اپنا مشن جاری رکھا، افسوس کہ ان کا وقت موعود آپہنچا وہ

اپنی آنکھوں میں بہت سے خواب سجائے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، جب کہ ملک وقوم
کو ابھی ان کی ضرورت تھی، لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امراً۔
جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا کہ قرآن فہمی میں انہیں خاص درک حاصل تھا،
قرآن کی تفسیر وہ دل نشین انداز اور عمدہ اسلوب میں کرتے تھے، ان کے مخاطب سبھی طرح
کے تھے، مگر انہوں نے سہل زبان اختیار کی، تا کہ ہر خواص وعام برابر مستفید ہو سکے،
بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو ان کے تفسیری نکات پر عش عش کرتا، انہوں نے وقتی تقاضو
ں اور ضرورتوں کو بخوبی محسوس کیا اور ''تشریح القرآن'' کے نام سے ایک تفسیر لکھی جو ان کی
۴۵ سالہ جدوجہد کا نتیجہ ہے، علاوہ ازیں ''تفسیر خزانہ'' آسان لغات القرآن، قوم یہود
اور ہم جیسی متداول کتابیں ان کے گہربار قلم کی رہین منت ہیں۔ دینی موضوعات پر بھی
انہوں نے لکھا اور قارئین سے خراج تحسین وصول کیا، ان کی دیگر کتابیں مومن خواتین،
قرآن مجید بہنوں کی نجات وغیرہ ہاتھوں ہاتھ لی گئیں اور لوگ برابر ان سے استفادہ کر
رہے ہیں، مولانا پاریکھ فی الحقیقت نبض شناس تھے وہ جانتے تھے کہ قوم کو اس وقت کن
مسائل ومصائب کا سامنا ہے اور ان کے لئے اس وقت کیا لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے، اس
معاملہ میں وہ ذرا بھی غفلت کا شکار نہیں ہوئے، بلکہ ہر وقت وہ ہراول دستہ میں نمایاں
طور پر شامل رہے، وہ اختلاف کے بجائے اتحاد پر یقین رکھتے تھے اور اتحاد کا پرچم ان
کے ہاتھ میں نظر آیا، اچھے اچھے لوگ لرزے قدم ڈگمگائے مصلحت کا شکار ہوئے، مگر مولانا
پاریکھ تھے کہ کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ ان کے پایۂ استقامت میں کبھی لرزہ پیدا نہ ہوا اور نہ رعشہ،
وہ اپنی انہی گوناگوں خوبیوں سے آراستہ رہے، اسی لئے وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
کے رکن اساسی اور ایک زمانہ تک اس کے خازن بھی رہے، ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس
انتظامی کے رکن رکین مسلم مجلس مشاورت کے ذمے دار، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ممبر آف

کورٹ اور مجلس تعلیم القرآن ناگپور کے مؤسس اور سرپرست تھے، ان کی دردمندی اور جگر سوزی، جذبات میں لطافت تقریر وتحریر میں انفرادیت نے ان کی عبقری شخصیت کو ایک نئی راہ دی، وہ اسی درمندی اور جگر سوزی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے مشن سے وابستہ رہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بیعت واجازت بھی حاصل تھی، اور ان کے سب سے بڑے خلیفہ ومسترشد اور جانشین مگر ان کی تواضع کسرنفسی اور قنائیت دیکھئے کہ مفکر اسلامؒ کی رحلت کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ ہم سب کے بزرگ وبڑے اب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ہیں، ہم انہی کو اپنا پیشوا اور قائد تسلیم کرتے ہیں، پھر اعلان ہی نہیں مولانا پاریکھؒ اس پر عمل پیرا رہے اور حضرت مولانا محمد رابع ندوی سے برابر تعلق قائم رکھا، افسوس کہ زندگی کے آخری مرحلہ میں وہ بصارت سے محروم ہوگئے تھے، مگر فضل ربی کہ ان کی بصیرت کے چراغ یوں ہی جلتے رہے اور ملک وملت کا درد وشعور رکھنے والے ان کے اردگرد پروانہ وار جمع رہے۔

مولانا پاریکھ صاحبؒ کے سانحہ ارتحال کی کسک تمام طبقوں میں غیر معمولی طور پر محسوس کی گئی اور ملت کے اس بے لوث خادم اور سچے سپاہی کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کے انتقال کو حادثہ فاجعہ سے تعبیر کیا، سرکردہ علماء اور قومی وملی رہنماؤں وسیاست دانوں نے انہیں گلہائے عقیدت پیش کئے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت ومغفرت کے گھنیرے سائبان عطا کرے، آمین۔

(بہ شکریہ ماہنامہ محدث عصر بابتہ ماہ اگست، ستمبر ۲۰۰۷ء)